M.A. Urdu 3rd Semester. Paper 11

سوال: ''جدیدیت کی جمالیات'' پر تبصرہ کیجیے۔

جواب: ۱۹۶۰ء کے آس پاس اردو ادب میں ایک نئی تحریک سامنے آئی جسے جدیدیت کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس تحریک کو عام کرنے میں 'اوراق' 'شب خون' اور 'سوغات' جیسے رسالوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس کے خد و خال کو واضح کرنے والوں میں یوسف حسین خاں ،آل احمد سُرور، خلیل الرحمن اعظمی، وزیر آغا، شمس الرحمن فاروقی، وحید اختر، باقر مہدی، وارث علوی، عمیق حنفی، محمود ہاشمی، وہاب اشرفی، سلیم احمد، افتخار جالب اور لطف الرحمن وغیرہ کے نام اور کام نا قابل فراموش ہیں۔ اس سلسلے میں کئی کتابیں منظر عام پر آئیں۔ ان میں 'فرانسیسی ادب' مطبوعہ ۱۹۶۲ء 'اردو شاعری کا مزاج' مطبوعہ ۱۹۶۵ء 'جدیدیت اور ادب' مطبوعہ ۱۹۶۹ء 'شعر، غیر شعر اور نثر' مطبوعہ ۱۹۷۳ء 'جدیدیت کی فلسفیانہ اساس' مطبوعہ ۱۹۷۷ء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ 'جدیدیت کی جمالیات' اسی سلسلے کی ایک اہم کتاب ہے جو ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ کوئی مستقل یا باضابطہ تصنیف نہیں ہے بلکہ مصنف کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین ہندوستان اور پاکستان کے مختلف رسائل میں ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک شائع ہوئے۔ یہ مضامین بکھرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر شاداب رضی نے ان مضامین کو یکجا کیا اور اسے مرتب کر کے کتابی شکل دی۔ مضامین اور بھی تھے لیکن مرتب نے انتخاب کر کے صرف گیارہ مضامین کو شامل کیا۔ ظاہر ہے انتخاب کی اپنی وجہ ہوگی۔ ایک وجہ تو بہت صاف ہے اور وہ یہ کہ یہ تمام مضامین جدیدیت کے افہام و تفہیم سے متعلق ہیں۔ فاضل مصنف نے بالکل درست ہی کہا ہے کہ۔ ''مضامین میں وہ تسلسل اور جامعیت ممکن نہیں جو کسی مستقل تصنیف کا طرۂ امتیاز ہے۔'' اس اعتراف کے باوجود یہ کتاب اپنی موجودہ صورت میں بھی موضوع کی مرکزیت اور فکری تسلسل کا احساس دلاتی ہے۔ ہر چند کہ جدیدیت کے فکری اور جمالیاتی

پہلوؤں پر کئی کتابیں اور مضامین لکھے گئے لیکن کثرت تعبیر کے باعث جدیدیت کے بارے میں کوئی حتمی رائے سامنے نہ آسکی ۔ یہ کتاب جدیدیت کے مختلف مسائل ، مباحث اور متضاد نظریات وخیالات میں ہم آہنگی کی ایک بنیاد فراہم کرتی ہے۔

لطف الرحمن نے جدیدیت کے خط وخال کو نمایاں کرنے کے لئے ملکی ،قومی ،تہذیبی ، سیاسی اور نفسیاتی پس منظر کا جائزہ لیا ہے ۔پھر انہیں عالمی اور آفاقی منظر نامہ کا حصہ مانتے ہوئے اس کی تحلیل وتفہیم کی کوشش کی ہے ۔لطف الرحمن نے اپنے مطالعہ کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کیا ہے : ''جدیدیت ،وجودیت کی توسیع ہے ۔میرے نزدیک جدیدیت کے غالب رجحانات فلسفۂ وجودیت کی مختلف لہریں ہیں ،لیکن ان میں دوسرے نظریات وافکار اور علوم وفنون کی قدریں بھی عصری تقاضوں کے تحت شامل ہو گئی ہیں۔ ''

اپنے مؤقف کی وضاحت کے سلسلے میں لطف الرحمن نے وجودیت کا فلسفیانہ منظر ،ہیگل اور حقیقت پسندی ، ہیگل اور عملیت ، ہیگل اور اشتراکیت ، ہیگل اور مسئلہ وجودیت ، پھر اس کے مذہبی ، اخلاقی اور سیاسی پس منظر وغیرہ سے سیر حاصل گفتگو کی ہے ۔ساتھ ہی کر کے گارڈ ، سارترے ، ہائیڈگر ، مارسل ، کامیو اور کافکا جیسے وجودی مفکرین کے نظریات وافکار کا جائزہ پیش کیا ہے ۔ان مباحث سے جدیدیت اور اس کے متعلقات کی تفہیم کی راہ آسان ہو جاتی ہے ۔پروفیسر وہاب اشرفی نے لطف الرحمن کے طریق استدلال سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ : ''موصوف اپنی تنقیدی روش سے دوہرا عمل سرانجام دیتے ہیں ۔وجودی فکر سے آگاہ بھی کرتے ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کے لئے اس کی تفہیم کی راہ بھی ہموار کرتے ہیں۔ ''

تفہیم کی راہ متن کے حوالے سے زیادہ آسان ہو جاتی ہے ۔لطف الرحمن جہاں وجودیت کے فکری مباحث سے روبرو ہوتے ہیں وہاں بعض فنکاروں کے ادب پاروں کی فنی تحلیل کے مرحلے سے بھی

گذرتے ہیں ۔ان کی قدر و قیمت متعین کرتے ہیں ۔اس طرح یہ کتاب محض نظریاتی یا نظری تنقید کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ عملی تنقید کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے ۔ایک زمانے تک جدیدیت کو ایک منفی تحریک کی حیثیت سے دیکھا گیا ۔اسے ذات کا زندانی اور کلبیت کا مترادف سمجھا گیا ۔مگر لطف الرحمٰن اس خیال سے متفق نہیں ۔وہ لکھتے ہیں : ''جدیدیت کوئی منفی تحریک نہیں بلکہ عصر حاضر کی میکانکی زندگی اور منتشر معاشرے میں مثبت اقدار حیات کی نایابی کی نوحہ خواں اور ان کی ازسرنو بازیافت اور ترویج و توسیع کی نغمہ گر ہے ۔اس حقیقت کی تفہیم کے بغیر جدیدیت کی تفہیم مشکل ہے ۔''

لطف الرحمٰن کی یہ کتاب، انسانیت اور معاشرے کے مثبت اقدار کو نشان زد کرنے کا فرض انجام دیتی ہے ۔ساتھ ہی وہ ان خطرات کی بھی نشاندہی کرتی ہے جو انسان کی شکست و ریخت کے درپے ہیں اور دنیا کو تباہی و بربادی کے دہانے پر لانے کی ذمہ دار ہیں ۔مصنف کو انسانیت کا احترام عزیز ہے ۔وہ عالمی اندیشوں کو پیش کرتے ہیں تو اس لئے کہ قاری ان سے آگاہ ہو اور ان سے نجات پانے کی سبیل ڈھونڈے ۔

ان مباحث سے لطف الرحمٰن کی کتاب ''جدیدیت کی جمالیات'' کی قدر و قیمت واضح ہو جاتی ہے ۔ساتھ ہی اس سے خود لطف الرحمٰن کے نظریات و خیالات کو سمجھنے اور ان کے تنقیدی طریق کار سے روشناس ہونے کا موقع ملتا ہے ۔

☆☆☆